ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 02. October-December 2025.Page# 1978-1988
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Modern Means of Mass Communication and Social Challenges: An Analytical Study

ابلاغ عامہ کے جدید ذرائع اور سماجی تحدیات: تجزیاتی مطالعہ

Hafiz Umar Farooq Buzmi
PhD Scholar Riphah International University, Faisalabad Campus, Faisalabad
Email: umarbuzmicci@gmail.com
Prof. Dr. Muddassir Ahmad
Chairman, Riphah International University, Faisalabad Campus, Faisalabad
Email: chairman@riphahfsd.edu.pk
Dr. Sajid Asdullah
Prof. of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad Campus, Faisalabad
Email: sajidasdullah@gmail.com

Abstract
This chapter provides a critical and analytical study of the impact of modern mass communication tools on contemporary society. With the rapid growth of social media platforms, digital channels, YouTube, mobile applications, and the 24/7 news cycle, communication has become faster, more interactive, and globally accessible. These tools have played a constructive role by providing immediate access to information, enhancing educational opportunities, fostering social connectivity, and creating platforms for public awareness and activism. They have also enabled marginalized voices to be heard and given rise to new forms of cultural and intellectual exchange. However, alongside these benefits, the same tools have introduced profound social challenges. The unchecked spread of misinformation, fake news, and propaganda has undermined trust in reliable sources. The prevalence of unethical and immoral content has weakened social values and exposed vulnerable groups, particularly youth, to harmful influences. Furthermore, the overuse of digital media has contributed to time wastage, psychological stress, intellectual skepticism, and even social fragmentation.

Drawing upon the principles of the Qur'an and Sunnah, this study emphasizes the importance of truthfulness, verification, modesty, remembrance of God, and social responsibility as essential guidelines for addressing these challenges. The findings conclude that modern mass communication technologies are not inherently harmful; rather, their impact depends on the way they are utilized. When approached with moderation, ethical awareness, and purposeful intent, these tools can serve as powerful means of education, reform, and constructive social change instead of becoming agents of disruption and moral decline.

Keywords: *Mass communication, social media, digital platforms, misinformation, moral values, Qur'an and Sunnah, ethical challenges, social responsibility, cultural change, modern technology, societal impact.*

ابلاغِ عامہ کے جدید ذرائع یعنی سوشل میڈیا، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز، ویب سائٹس، یوٹیوب چینلز اور موبائل ایپس نے جہاں معلومات تک رسائی کو آسان بنایا، وہیں غیر مصدقہ، جھوٹی اور گمراہ کن معلومات کے پھیلاؤ کو بھی غیر معمولی طور پر فروغ دیا ہے۔ آج ایک عام فرد بغیر کسی تصدیق کے خبروں کو آگے بڑھاتا ہے جس سے معاشرے میں فتنہ، بدگمانی، نفرت اور افواہوں کا طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ مذہبی حساسیت، سیاسی انتشار، فرقہ واریت اور ذاتی کردار کشی جیسے سنگین نتائج اسی رجحان کا شاخسانہ ہیں۔ قرآن کریم اس ضمن میں واضح رہنمائی فرماتا ہے:۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ"[1]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں نقصان پہنچا بیٹھو۔"

یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ کسی فاسق یا غیر معتبر شخص کی بات کو فوراً سچ نہ مانا جائے بلکہ اس کی خبر کی تحقیق اور تصدیق ضروری ہے۔ ورنہ ممکن ہے کہ کسی بے گناہ قوم یا فرد کو ناحق نقصان پہنچا دیا جائے جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔ یہ اصول عدل، احتیاط اور سچائی کی بنیاد پر سماجی انصاف کو قائم رکھنے کے لیے ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

"كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ"[2]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی بات کو بیان کر دے۔"

اس حدیث شریف سے ہمیں تعلیم ملتی ہے کہ انسان کے جھوٹا شمار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ بغیر تحقیق کے ہر سنی بات کو آگے بیان کرتا رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سنی سنائی بات کو بغیر سوچے سمجھے پھیلانا جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے، خواہ ارادہ جھوٹ بولنے کا نہ بھی ہو۔

پاکستانی معاشرے میں یہ چیلنج اس وقت اور بھی خطرناک ہو جاتا ہے جب غلط خبریں مذہب، سیاست یا شخصیات سے متعلق ہوں۔ کئی بار ایسی غیر مصدقہ معلومات پر مشتعل ہجوم نے جان و مال کے نقصان تک کا ارتکاب کیا۔ سوشل میڈیا کا استعمال بطور ہتھیار، کردار کشی، نفرت انگیزی، فحاشی اور انتہا پسندی کو فروغ دینے لگا ہے۔ ریاستی ادارے جیسے PTA، FIA، PEMRA اگرچہ موجود ہیں مگر ان کی عملداری محدود اور سیاسی دباؤ سے متاثر نظر آتی ہے۔ اس صورتحال پر پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:۔

"ابلاغی ذرائع اگر ذمہ داری سے استعمال نہ ہوں تو یہ معلومات کے بجائے گمراہی کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور ایسا معاشرہ جلد یا بدیر فکری افراتفری اور اخلاقی انار کی کا شکار ہو جاتا ہے۔"[3]

ان مسائل کے حل کیلئے ہمیں چاہیے کہ قرآنی ہدایت کے مطابق تحقیق و تصدیق کی عادت کو فروغ دیا جائے۔ تعلیمی نصاب میں "ڈیجیٹل لٹریسی" اور "میڈیا اخلاقیات" کو شامل کیا جائے۔ ریاستی ادارے FIA، PTA، PEMRA کو مکمل آزادی اور قانونی تحفظ فراہم کیا جائے تاکہ وہ جھوٹی خبروں، فتنہ انگیز مواد اور غیر اخلاقی مواد کی روک تھام میں مؤثر کردار ادا کریں۔ علماء کرام اور مساجد کے ذریعے عوام میں سچ، احتیاط، تحقیق اور خاموشی کی فضیلت پر خطبات اور دروس دیے جائیں۔ والدین اور اساتذہ نوجوانوں کو سوشل میڈیا کے ذمہ دارانہ استعمال پر شعور دیں اور خود بھی عملی مثال بنیں۔

یہ چیلنج محض ایک میڈیا مسئلہ نہیں بلکہ قومی سلامتی، اخلاقی اقدار اور فکری مستقبل سے جڑا ہوا ہے۔ جب تک ہم معلومات کی دنیا میں ایمانی بصیرت، تحقیقی شعور اور اسلامی اصول کے ساتھ داخل نہیں ہوں گے، یہ ذرائع فائدے کے بجائے نقصان ہی دیں گے۔

ابلاغِ عامہ کے جدید ذرائع اور سماجی چیلنج

ابلاغِ عامہ کے جدید ذرائع جیسے سوشل میڈیا، موبائل ایپس، 24/7 نیوز سائکل، یوٹیوب، انسٹاگرام، ٹک ٹاک اور لائیو اسٹریمنگ پلیٹ فارمز نے انسانی ذہن کو ایسی معلوماتی یلغار، مقابلے اور تشویش کے ماحول میں دھکیل دیا ہے جس کے اثرات اب صرف اخلاقیات، مذہب اور سماجی رویوں تک محدود نہیں بلکہ ذہنی صحت پر بھی گہرے ہو چکے ہیں۔ (FOMO (Fear of Missing Out، نیند کی کمی، ڈیجیٹل تھکن، ڈپریشن، تنہائی، اضطراب، خودکشی کا رجحان اور خود اعتمادی کی کمی، یہ سب جدید میڈیا کے پیدا کردہ نئے نفسیاتی عوارض ہیں۔

نوجوانوں میں ظاہری شخصیت کے مقابلے "لائکس" کی گنتی اور ورچوئل قبولیت نے حقیقی زندگی کے تعلقات کو کمزور کر دیا ہے جبکہ مسلسل سکرولنگ اور نوٹیفکیشنز کا طوفان ذہنی یکسوئی، تدبر اور فکری گہرائی کو ختم کر رہا ہے۔ خاص طور پر خبروں کا اوورلوڈ، منفی کمنٹس اور آن لائن بدمعاشی (cyber bullying) دماغی دباؤ میں غیر معمولی اضافہ کرتے ہیں۔ اسلام ذہنی سکون، توازن اور قلبی طمانینت کو ایمان و ذکر کے ساتھ جوڑتا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا:۔

"أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"[4]

"یادرکھو! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون ملتا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ دلوں کا حقیقی اور پائیدار سکون دنیاوی چیزوں سے نہیں بلکہ **اللہ کے ذکر** سے حاصل ہوتا ہے۔ چاہے حالات کیسے بھی ہوں جب بندہ اپنے رب کو یاد کرتا ہے، دعا کرتا ہے، قرآن پڑھتا ہے یا نماز میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ یہ ذکر دل کی بے چینی، غم اور خوف کا علاج ہے اور روحانی زندگی کی سب سے بڑی قوت ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

"من حسنِ إسلامِ المرءِ تركُهُ ما لا يعنيهِ"[5]

"آدمی کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اس کے لیے غیر ضروری ہیں۔"

یہ حدیث "ڈیجیٹل ڈیٹاکس" اور بے جا میڈیا مشغولیت سے بچنے کا بہترین اصول پیش کرتی ہے۔ نفسیاتی ماہرین بھی اس مسئلے پر خبردار کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر فرحت فاطمہ اپنی تحقیق میں لکھتی ہیں:۔

"جدید میڈیا کا بے مہار استعمال نوجوانوں کے جذبات، خود اعتمادی اور نفسیاتی توازن کو متاثر کر رہا ہے۔ اس کے لیے ریاستی مداخلت، خاندانی تربیت اور تعلیمی اداروں میں شعور بیداری ضروری ہے۔"[6]

ڈاکٹر صاحبہ کے مطابق جدید میڈیا کا بے قابو استعمال نوجوانوں کی ذہنی صحت پر منفی اثر ڈال رہا ہے۔ اس سے ان کے جذبات میں بے سمتی، خود اعتمادی میں کمی اور نفسیاتی توازن میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ اس مسئلے کا حل صرف انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے۔ ان مسائل کے حل کیلئے چند اصلاحی تجاویز درج ذیل ہیں:۔

- وقت کی حد بندی، اسکرین فری اوقات اور فطری مصروفیات (جیسے مطالعہ، عبادات، ورزش) کو فروغ دیا جائے۔
- ذکر، نماز، قرآن فہمی، مراقبہ اور اجتماعی دعاؤں کے ذریعے ذہنی سکون کا ماحول پیدا کیا جائے۔
- طلبہ کو میڈیا کے نفسیاتی اثرات اور خود تحفظ کی تربیت دی جائے۔
- پیمرا اور PTA ایسے مواد کو محدود کریں جو ذہنی دباؤ، مایوسی یا غیر حقیقی توقعات پیدا کرتا ہو۔
- اس مسئلے کو دینی و فکری تناظر میں اجاگر کیا جائے تاکہ عام مسلمان بھی میڈیا کے اثرات سے واقف ہو۔

یہ چیلنج صرف نفسیاتی نہیں بلکہ روحانی، معاشرتی اور تہذیبی زوال کا پیش خیمہ ہے۔ جب تک ہم ابلاغی ذرائع کے استعمال میں توازن، تحقیق، مقصدیت اور اسلامی بصیرت کو شامل نہیں کریں گے، ذہنی سکون ایک خواب بن کر رہ جائے گا۔

وقت کے ضیاع کا ساجی چیلنج

ابلاغِ عامہ کے جدید ذرائع خصوصاً سوشل میڈیا، ویڈیو اسٹریمنگ پلیٹ فارمز، گیمنگ ایپس، شارٹ ویڈیوز اور لائیو نشریات نے ایک ایسی دنیا تشکیل دی ہے جہاں انسان گھنٹوں آن لائن تو موجود ہوتا ہے مگر حقیقی زندگی سے غافل۔ اس جدید ڈیجیٹل مشغولیت نے نہ صرف وقت کے ضیاع کو عام کیا ہے بلکہ تعلیمی کارکردگی، خاندانی تعلقات، عبادت، سوشل انٹریکشن اور شخصیت کی نشوونما کو بھی بری طرح متاثر کیا ہے۔ نوجوان طبقہ جو قوم کا قیمتی سرمایہ ہے، غیر تعمیری، تفریحی یا محض اسکرولنگ پر مبنی مشغلے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں وقت کو سب سے قیمتی نعمت قرار دیا گیا ہے جس کا ضیاع خسارے کا باعث ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:۔

"وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ"[7]

"زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "زمانے" کی قسم کھا کر یہ حقیقت بیان کی ہے کہ انسان اپنی زندگی اور وقت کو ضائع کر کے گھاٹے میں جا رہا ہے۔ یہاں "خسارہ" صرف دنیاوی نقصان نہیں بلکہ وقت، اعمال اور مقصدِ زندگی سے غفلت مراد ہے۔ انسان تبھی اس خسارے سے بچ سکتا ہے جب وہ ایمان، نیک اعمال، حق کی نصیحت اور صبر کی روش اختیار کرے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:۔

"نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ"[8]

"دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ خسارے میں رہتے ہیں، صحت اور فراغت۔"

مسلمان کے لیے وقت امانت، عبادت، خدمت، سیکھنے اور تعمیر کا ذریعہ ہے۔ موجودہ دور میں یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ نوجوان روزانہ 3 سے 6 گھنٹے صرف سوشل میڈیا،

ویڈیوز یا آن لائن گیمز میں صرف کر دیتے ہیں جو وقت کے اسراف کی بدترین صورت ہے۔ یہ رجحان صرف انفرادی نقصان نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر علمی، دینی اور فکری کمزوری کا باعث بن رہا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اس مسئلے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"مسلمان قوموں کا سب سے بڑا چیلنج وقت کی بے قدری ہے۔ جہاں وقت کو منظم کرنے کی روایت نہیں ہوگی، وہاں ترقی صرف خواب بن کر رہ جائے گی، چاہے ذرائع ابلاغ کتنے ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہوں۔"

ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مطابق ترقی کے لیے صرف وسائل یا معلومات کافی نہیں بلکہ **وقت کی قدر، نظم اور اس کا مؤثر استعمال** ضروری ہے۔ اگر قومیں وقت کے نظم کو اپنی تہذیب کا حصہ نہیں بناتیں تو ان کی تمام ترقیاتی کوششیں محض دکھاوا بن جاتی ہیں۔ یہ پیغام فرد، تعلیمی اداروں، میڈیا اور ریاست سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

وقت کی ناقدری کا مسئلہ تیزی سے بڑھ رہا ہے اور اگر بروقت توجہ نہ دی گئی تو معاشرہ علمی، دینی اور سماجی زوال کا شکار ہو جائے گا۔ جدید میڈیا کا ذمہ دارانہ استعمال اب ایک ضرورت ہے۔ اس کے لیے مساجد، مدارس اور تعلیمی اداروں میں وقت کی اہمیت پر تربیت دی جائے، اسکرین ٹائم محدود کیا جائے، نصاب میں وقت کے نظم کو شامل کیا جائے اور نوجوانوں کو تعمیری سرگرمیوں کی طرف راغب کیا جائے۔ قومی میڈیا پر وقت کی قدر سے متعلق اسلامی و سائنسی پروگرامز نشر کیے جائیں۔

فواحش و منکرات کی اشاعت کا سماجی چیلنج

ابلاغِ عامہ کے ذرائع نے جہاں علم، خبروں اور تفریح تک رسائی کو آسان بنایا وہیں فواحش و منکرات (عریانی، فحاشی، بے حیائی، جنسی اباحیت، گستاخی اور اخلاق باختگی) کے فروغ کا سب سے بڑا ذریعہ بھی بن گئے ہیں۔ آج ان ذرائع کے ذریعے معاشرے میں ایسا مواد فروغ پا رہا ہے جو نہ صرف اسلامی اخلاقیات اور مشرقی روایات کی سراسر نفی کرتا ہے بلکہ نوجوان نسل کی فکری، نفسیاتی، روحانی اور اخلاقی تباہی کا سبب بھی بن رہا ہے۔ قرآن مجید نے واضح طور پر فواحش کی اشاعت کو جرم اور اللہ کی ناراضی کا موجب قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"[9]

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"

یہ آیت ہمیں خبردار کرتی ہے کہ جو لوگ دانستہ طور پر معاشرے میں فحاشی، بے حیائی اور اخلاقی بگاڑ پھیلانا چاہتے ہیں (چاہے باتوں سے ہو یا عمل سے) وہ اللہ کے شدید عذاب کے مستحق ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس آیت کا مقصد معاشرے کو پاکیزہ رکھنا اور فحاشی پھیلانے والوں کو روکنا ہے کیونکہ بے حیائی ایمان، خاندان اور سماجی اقدار کو تباہ کر دیتی ہے۔ نبی محمد ﷺ نے فرمایا ہے:۔

"الحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ"[10]

"حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

ابلاغی ذرائع پر موجود فحش ڈرامے، اشتہارات، گانے اور غیر اخلاقی حرکات نہ صرف حیاء کا جنازہ نکال رہی ہیں بلکہ بدکاری، بدنظری، جنسی انحراف، خودنمائی اور خاندانی نظام کی تباہی کا ذریعہ بھی بن رہی ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں اباحیت، حد سے بڑھی آزادی اور شرم و حیا سے دوری کی فضا تیار کی جا رہی ہے جو ایک اسلامی ریاست کے لیے فکری زوال اور سماجی شکست کی علامت ہے۔

پاکستان جیسے نظریاتی اسلامی ملک میں ریاستی ادارے جیسے PEMRA(پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی)، PTA(پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی) اگرچہ موجود ہیں لیکن ان کی کارکردگی غیر مؤثر، محدود اور بسا اوقات سیاسی یا تجارتی مفادات کے تابع نظر آتی ہے۔ ایسے پلیٹ فارمز کو مکمل آزادی دینا، نوجوانوں کے ذہنوں کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ اس سنگین مسئلے پر پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء اللہ فیضی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"فحاشی و عریانی کی اشاعت ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہو یا فیشن کے نام پر، یہ دراصل مسلم معاشرے کے خلاف ایک خاموش تہذیبی جنگ ہے جس کا ہدف حیاء، ایمان اور خاندانی نظام ہے۔ اگر اس کا سدِباب نہ کیا گیا تو آنے والی نسلیں نہ دین کی رہیں گی نہ دنیا کی۔"[11]

اس معاشرتی چیلنج سے نمٹنے کے لیے درج ذیل تجاویز پر عمل درآمد لازم ہے:۔

- ریاستی سطح پر مؤثر میڈیا ضابطہ اخلاق مرتب کر کے عریانی و فحاشی پر پابندی کو یقینی بنایا جائے۔
- PEMRA اور PTA جیسے اداروں کو بااختیار، خودمختار اور سیاسی دباؤ سے آزاد کیا جائے تاکہ وہ فحش مواد کے خلاف فوری کارروائی کر سکیں۔
- نصاب تعلیم میں "اسلامی اخلاقیات اور میڈیا لٹریسی" کے مضامین شامل کیے جائیں، تاکہ طلبہ سچ، جھوٹ، حیا، بے حیائی اور اخلاقی گراوٹ میں فرق کر سکیں۔

- علماء، مساجد اور دینی مدارس اپنے خطبات اور دروس میں ابلاغی فتنوں اور بے حیائی کی مذمت کو واضح انداز میں بیان کریں۔
- والدین و سرپرست حضرات بچوں کی ڈیجیٹل نگرانی، مواد کی چھان بین اور وقت کی حد بندی کریں اور انہیں اسلامی طرزِ حیات سے روشناس کروائیں۔

یہ چیلنج صرف انفرادی سطح پر گناہ کا نہیں بلکہ اجتماعی زوال، تہذیبی شکست اور دینی غیرت کے فقدان کی علامت ہے۔ ہمیں بحیثیت مسلمان اور پاکستانی، جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال میں اعتدال، حیاء، شرعی حدود اور فکری بصیرت کو مرکز بنانا ہوگا یہی ہمارے ایمان، نسل اور ملت کا تحفظ ہے۔

انسانی تعلقات پر منفی اثرات کا سماجی چیلنج

ذرائع ابلاغ عامہ نے جہاں مواصلات کو سہل، تیز اور وسیع تر بنایا ہے وہیں انسانی تعلقات، خاندانی روابط، سماجی روابط اور اخلاقی تعلقات پر بھی گہرے منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ پہلے جو گفتگو بالمشافہ، ادب، احترام اور جذباتی ہم آہنگی کے ساتھ ہوتی تھی وہ اب مختصر، بے روح اور بعض اوقات تلخ جملوں، ایموجیز یا سنیپ چیٹ ویڈیوز تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ نتیجتاً انسان ایک دوسرے کے قریب ہو کر بھی دور ہو چکے ہیں، جسمانی قرب، جذباتی بعد میں تبدیل ہو گیا ہے۔

خاندان، والدین، اولاد، میاں بیوی، رشتہ دار اور ہمسائے جن سے اسلام نے تعلق قائم رکھنے، حسنِ سلوک اور ایثار کا حکم دیا ہے، ان کے ساتھ وقت گزارنے کے بجائے اب زیادہ تر وقت ورچوئل دنیا میں صرف کیا جا رہا ہے۔ تعلقات میں عدم برداشت، بدگمانی، غلط فہمیاں اور سرد مہری جیسے منفی رویے بڑھ گئے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو معاشرتی زندگی اور خاندانی رشتوں کی بنیاد پر پیدا فرمایا:۔

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا"[12]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔"

اس آیت میں انسانیت کی وحدت اور برابری کا پیغام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ تمام انسان ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہیں اور قوموں و قبیلوں میں تقسیم محض تعارف کے لیے ہے نہ کہ فخر، تعصب یا برتری کے لیے۔ اس کا مقصد دنیا میں باہمی شناخت اور نظم ہے نہ کہ نسلی یا قومی تفریق۔ قطع رحمی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ"[13]

"رشتہ ناتا توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

اس حدیث میں "قاطع" سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے قریبی رشتہ داروں سے تعلق توڑ لیتا ہے، قطع رحمی کرتا ہے اور صلہ رحمی (رشتے جوڑنے) کا خیال نہیں رکھتا۔ اسلام میں خاندانی رشتوں کو جوڑنا، صبر، معافی اور حسن سلوک سے نبھانا بہت بڑا نیکی کا کام ہے۔ جو شخص دانستہ طور پر رشتہ داری توڑتا ہے وہ اللہ کی ناراضی مول لیتا ہے اور اس کا انجام آخرت میں سخت ہو سکتا ہے۔ حدیث ہمیں خاندانی تعلقات کو مضبوط رکھنے کی تاکید کرتی ہے۔

مگر افسوس آج سوشل میڈیا نے انسان کو گھر میں رہتے ہوئے بھی اپنوں سے بیگانہ کر دیا ہے۔ بیٹھک، ضیافت، خاندانی محفل، بزرگوں کی صحبت اور بچوں کی تربیت، سب کچھ ڈیجیٹل اسکرینوں کے پیچھے چھپ گیا ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے کم بات کرتے ہیں اور فیس بک اسٹیٹس زیادہ دیکھتے ہیں، والدین بچوں سے کم مخاطب ہوتے ہیں اور فون پر مصروف رہتے ہیں جس کے نتیجے میں خاندانی نظام کا توازن بگڑ چکا ہے۔ اس موضوع پر امجد سراج لکھتے ہیں:

"ابلاغِ عامہ کے جدید ذرائع نے بظاہر رابطے آسان کیے مگر تعلقات کو مصنوعی، محدود اور وقتی بنا دیا ہے۔ انسان تنہائی کا شکار ہو کر ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہو چکا ہے اور خاندانی و سماجی تعلقات ایک رسمی ضرورت بن چکے ہیں۔"[14]

اس معاشرتی مسئلہ کے حل کے لیے درج ذیل اصلاحات مؤثر ہو سکتی ہیں:۔

- ڈیجیٹل اعتدال کو فروغ دیا جائے، روزانہ وقت کی حد مقرر کی جائے اور خاندانی گفتگو، کھانے کی میز پر گفتگو اور ملاقات کو ترجیح دی جائے۔
- اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رشتوں کو اہمیت دی جائے، صلہ رحمی، حسنِ سلوک اور بڑوں کی خدمت کو سوشل میڈیا سرگرمیوں پر ترجیح دی جائے۔
- تعلیمی اداروں، مدارس اور مساجد میں رشتوں کی اہمیت اور سوشل میڈیا کے منفی اثرات پر خطابات اور لیکچرز دیے جائیں۔
- ریاستی و تعلیمی سطح پر "Digital Manners & Real-Life Ethics" پر مبنی نصاب ترتیب دیا جائے تاکہ نئی نسل حقیقی اور ورچوئل زندگی میں فرق سمجھ سکے۔
- والدین، اساتذہ اور دینی رہنماؤں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں اور نوجوانوں کو اصل تعلقات، سماجی حسنِ سلوک اور وقت کی قدر کا شعور دیں۔

یہ چیلنج صرف سماجی تعلقات کی خرابی نہیں، بلکہ اسلامی معاشرتی نظام، خاندانی اقدار اور روحانی سکون کی زوال پذیری کا اشارہ ہے۔ اگر بروقت شعور نہ دیا گیا تو ورچوئل تعلقات کی مصنوعی دنیا ہمیں حقیقی محبت، قربت اور ہمدردی سے محروم کر دے گی۔

نفسیاتی دباؤ و جسمانی امراض کا سماجی چیلنج

یہ ذرائع اب انسان کی ذہنی جسمانی اور روحانی صحت کے لیے ایک مسلسل چیلنج بنتے جا رہے ہیں۔ معلومات کے اس ہجوم "ہمیشہ آن لائن" رہنے کے دباؤ اور غیر حقیقی مقابلے کے ماحول نے ہر فرد خصوصاً نوجوان نسل کو نفسیاتی اضطراب، ذہنی الجھن، مایوسی، فکری پراگندگی، تنہائی اور احساسِ محرومی کا شکار بنا دیا ہے۔ یہ کیفیت بتدریج ڈیپریشن، اینزائٹی، نیند کی کمی، مائیگرین، بلڈ پریشر، معدہ کی خرابی اور دیگر نفسی جسمانی امراض میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کا پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے جس میں دل و دماغ کے سکون کو ایمان اور اللہ کے ذکر سے مشروط فرمایا:۔

"الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"[15]

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔ یقیناً اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے۔"

یہ آیت بیان کرتی ہے کہ سچا سکون اور اطمینان صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ دنیا کی فکریں، پریشانیاں اور دل کی بے چینی صرف اسی وقت ختم ہوتی ہیں جب انسان اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔ اللہ کا ذکر دل کو تسلی، روح کو قرار اور زندگی کو مقصد عطا کرتا ہے۔ اپنی ذات کی فکر کے متعلق نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا:۔

"إِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا"[16]

"تمہارے جسم کا تم پر حق ہے۔"

سوشل میڈیا کا ضرورت سے زیادہ استعمال نیند کی کمی، ذہنی دباؤ، آنکھوں کی کمزوری، جسمانی سستی اور معاشرتی تنہائی جیسے مسائل پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا پیغام یہ ہے کہ ہم سوشل میڈیا کا استعمال معتدل انداز میں کریں اور اپنے جسم کو وہ حق دیں جو اس کا فطری اور شرعی حق ہے جیسے وقت پر سونا اور کھانا، ذہنی سکون وغیرہ۔

سائنسی تحقیق سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ زیادہ اسکرین ٹائم اور "ڈوپامین ایڈکشن" دماغ کی قدرتی سرگرمی کو متاثر کرتے ہیں جس سے انسان کی توجہ یادداشت، فیصلہ سازی اور جذباتی توازن متاثر ہوتا ہے۔ بچوں میں سکرین سے وابستہ تناؤ ان کی نشوونما اور رویوں پر منفی اثر ڈالتا ہے جب کہ بالغ افراد میں اس کا نتیجہ سماجی تنہائی، چڑچڑاپن اور ازدواجی تنازعات کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر فریحہ نسرین اپنی تحقیق میں لکھتی ہیں:۔

"ابلاغی ذرائع کے بے جا استعمال نے آج کے انسان کو نہ صرف فکری طور پر غیر متوازن کر دیا ہے بلکہ وہ جسمانی سطح پر بھی متعدد بیماریوں کا شکار ہو رہا ہے۔ ذہنی دباؤ، نیند کی خرابی اور ڈیجیٹل تھکن ایک مستقل بحران بن چکے ہیں۔"[17]

اس اہم معاشرتی چیلنج سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ذکرِ الٰہی، نماز، دعا، عبادات اور سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ کریں جس سے ذہنی سکون اور روحانی توازن فراہم ہوتا ہے۔ روزانہ مخصوص اوقات میں موبائل، سوشل میڈیا اور اسکرینز سے دوری اختیار کی جائے تاکہ دماغی سکون بحال ہو۔ ورزش، واک، کھیل یا دیگر فزیکل ایکٹیویٹیز کی عادت بنائیں یہ دماغی و جسمانی صحت کو بہتر بناتی ہیں۔ اسکولوں اور کالجوں میں ڈیجیٹل صحت، ذہنی سکون اور اسلامی تربیت پر مبنی مضامین شامل کیے جائیں۔ خطبہ جمعہ، درسِ قرآن اور عوامی نشستوں میں میڈیا کے جسمانی و نفسیاتی نقصانات پر علمی اور روحانی انداز میں روشنی ڈالی جائے۔

یہ چیلنج دراصل انسان کی شخصیت، صحت اور روحانیت پر حملہ ہے جس کا مقابلہ صرف ایمانی شعور، سادہ طرزِ حیات اور منظم وقت کے استعمال سے کیا جا سکتا ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ کو نعمت بنانے کے لیے اسے مقصد، توازن اور خدا خوفی کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے۔

الحاد و تشکیک کی تشہیر کا سماجی چیلنج

ذرائع ابلاغ عامہ آج صرف معلومات کے تبادلے کا ذریعہ نہیں رہے بلکہ یہ نظریات، عقائد اور افکار کے پھیلاؤ کے سب سے بڑے راستے بن چکے ہیں۔ بدقسمتی سے انہی ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے ایک خاص گروہ الحاد(Atheism)، لا دینیت اور مذہب بیزاری کو شعوری طور پر عام کر رہا ہے۔ یہ لوگ تشکیک(Skepticism)، عقلی مغالطوں اور سائنسی الحاد کے نام پر نوجوانوں کے دل و دماغ کو اسلام سے دور کرنے کی سازش میں مصروف ہیں۔

یہ خطرہ صرف علمی و نظریاتی سطح تک محدود نہیں رہا بلکہ اب نوجوانوں کی شناخت، عبادات، ایمان اور فکری وفاداری تک پر سوالیہ نشان بن چکا ہے۔ ایسے یوٹیوبرز، سوشل میڈیا اثر انداز(influencers) اور "نیو ایج مفکرین" نہایت چالاکی سے قرآنی مفاہیم، دینی اصطلاحات اور شعائرِ اسلامی پر حملہ آور ہو کر عقیدے کو مشکوک، وحی کو غیر عقلی اور شریعت کو غیر ضروری ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قرآن کریم نے واضح انداز میں باطل اور شبہات کے پھیلانے والوں کے بارے میں فرمایا:۔

"يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ"[18]

"یہ جھوٹے لوگ باتوں کو کان لگا کر سنتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔"

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بعض لوگ باتیں صرف اس لیے غور سے سنتے ہیں کہ ان سے فتنہ پھیلایا جائے، حالانکہ ان کا مقصد سچائی نہیں بلکہ جھوٹ، غلط فہمی اور فساد ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ظاہری طور پر سننے والے ہوتے ہیں مگر حقیقت میں دل سے جھوٹ اور بدنیتی پر قائم ہوتے ہیں۔ اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا:۔

"يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، يَقْعُدُ فِيهِ الرَّجُلُ عَلَى الأَرِيكَةِ يُحَدِّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ"[19]

"ایسا وقت آئے گا جب ایک شخص میرے کسی فرمان کو سنے گا اور کہے گا: ہمارے لیے تو صرف قرآن کافی ہے"

یہ حدیث حدیثِ رسول ﷺ کے انکار، الحاد اور محض عقلیت پسندی کے فتنے کی پیش گوئی ہے۔ اس فکری بحران پر ڈاکٹر محمد رضوان الٰہی لکھتے ہیں:۔

"آج کا میڈیا، خاص طور پر سوشل میڈیا، اسلام کے عقائد، شریعت اور وحی پر حملوں کا مرکز بن چکا ہے۔ نوجوان نسل کو عقلی مغالطوں کے ذریعے دینی وابستگی سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اگر علما، مفکرین اور ریاست نے بروقت کردار ادا نہ کیا تو الحاد کا یہ فتنہ دین کی جڑیں کھوکھلی کر دے گا۔"[20]

یہ پیغام خبردار کرتا ہے کہ اگر علما، مفکرین اور ریاست نے فوری علمی و فکری حکمت عملی نہ اپنائی تو الحاد، تشکیک اور فکری گمراہی دین کے بنیادی نظریات کو کمزور کر دیں گے۔ سوشل میڈیا کے اس چیلنج کا مقابلہ محض تنقید سے نہیں بلکہ منظم دعوت، مضبوط علمی مکالمے اور نوجوانوں سے فکری ربط کے ذریعے ممکن ہے۔

اس چیلنج کے ممکنہ حل کے لیے ضروری ہے کہ یونیورسٹیوں اور مدارس میں "اسلامی عقائد اور جدید فکری چیلنجز" پر کورسز متعارف کروائے جائیں۔ دلائل، حکمت، نرم لہجہ اور قرآنی اسلوب سے الحاد کا علمی و فکری رد پیش کیا جائے۔ سوشل میڈیا پر اسلامی عقائد، ایمان باللہ، وحی، رسالت اور آخرت پر مبنی علمی مواد کی اشاعت کی جائے۔ ریاستی ادارے (PEMRA، PTA) ایسے چینلز، ویب سائٹس یا پیجز پر کڑی نگرانی رکھیں جو دین اسلام کے خلاف مہم چلا رہے ہوں۔ بچوں میں اعتماد، فہم دین، سوالات کا مثبت جواب اور فکری رہنمائی کو فروغ دیا جائے۔ مساجد، خطبہ جمعہ اور درس قرآن کے ذریعے فتنۂ الحاد پر علمی و فکری روشنی ڈالی جائے۔

یہ چیلنج صرف ایک فکری اختلاف نہیں بلکہ ایمان کے خلاف فتنہ، امت کی نسلوں کے عقائد پر حملہ اور دین کی جڑوں کو کاٹنے کی منظم کوشش ہے۔ اس کا مقابلہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب ہم دین کی علمی گہرائی، فکری بصیرت، جدید ابلاغی صلاحیت اور روحانی حکمت کے ساتھ متحد ہو کر اپنی نسلوں کا دفاع کریں۔

مادیت پرستی کی ترغیب کا سماجی چیلنج

ان ذرائع پر مسلسل ایسے مواد کو فروغ دیا جا رہا ہے جو مادیت پرستی (Materialism)، دنیا دوستی، نمود و نمائش، برانڈ پرستی اور دولت کے حصول کو انسانی کامیابی کا معیار بنا کر پیش کرتے ہیں۔ نتیجتاً معاشرے میں حرص، حسد، طبقاتی احساس، محرومی، بے اطمینانی اور روحانی خلا پیدا ہو رہا ہے۔

آج ایک عام نوجوان میڈیا سے یہ سیکھ رہا ہے کہ خوبصورت لباس، مہنگی گاڑی، جدید موبائل، پر تعیش زندگی اور عالیشان گھر ہی کامیابی کی علامت ہیں جب کہ سچائی، سادگی، قناعت، عبادت، علم اور اخلاق کو "بورنگ" یا دقیانوسی قرار دیا جاتا ہے۔ یہ رجحان نہ صرف روحانی زوال بلکہ معاشی استحصال کا بھی سبب بن رہا ہے کیونکہ ہر شخص اپنی اصل استطاعت سے بڑھ کر زندگی گزارنے کی دوڑ میں شامل ہو چکا ہے۔ قرآن کریم میں دنیا پرستی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا گیا:۔

"أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ"[21]

"تمہیں زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے غفلت میں ڈال دیا، یہاں تک کہ تم قبروں تک جا پہنچے۔"

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مال و دولت کی حرص انسان کو اتنا غافل کر دیتی ہے کہ وہ موت اور آخرت کو بھول جاتا ہے اور اسی دوڑ میں زندگی گزار کر بالآخر قبر تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ دنیاوی مقابلہ بازی دراصل روحانی نقصان کا سبب بنتی ہے اور اصل کامیابی کی طرف توجہ نہیں کرنے دیتی۔ دنیا کی طمع کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:۔

"لَا تَجْعَلُوا الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّكُمْ"[22]

"دنیا کو اپنی سب سے بڑی فکر نہ بناؤ۔"

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو دنیاوی چیزوں جیسے مال، شہرت، عہدہ یا آرام کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد نہیں بنانا چاہیے۔ جب دنیا ہی اصل فکر بن جائے تو انسان پریشان، بے سکون اور مقصد سے خالی ہو جاتا ہے۔ اسلام ہمیں توازن سکھاتا ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر عبد الحفیظ سلیم لکھتے ہیں:۔

"ابلاغی ذرائع کا سب سے خطرناک رخ یہ ہے کہ یہ انسان کی ضروریات کو خواہشات اور خواہشات کو مقصدِ حیات میں بدل دیتے ہیں۔ مادیت پرستی

محض معاشی مسئلہ نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی بحران کا پیش خیمہ ہے۔"[23]

پروفیسر عبد الحفیظ کے مطابق مادیت پرستی صرف معاشی یا ظاہری مسئلہ نہیں بلکہ یہ انسان کے اخلاق، روح اور زندگی کے معنی کو خالی کر دینے والا فکری بحران ہے۔ جب زندگی کا مقصد صرف خواہشات کی تکمیل بن جائے تو انسان روحانی طور پر کمزور، اخلاقی طور پر کھوکھلا اور معاشرتی طور پر خود غرض ہو جاتا ہے۔

اس سماجی تحدّی سے نبرد آزما ہونے کے لیے مندرجہ ذیل امور کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں:۔

- اشتہارات اور میڈیا مواد میں سادگی، قناعت، علم، عبادت اور اخلاق کو کامیابی کی علامت کے طور پر دکھایا جائے۔
- مساجد، مدارس، اسکول اور کالج میں "قناعت، زہد اور آخرت پسندی" جیسے موضوعات پر دروس اور لیکچرز کا اہتمام کیا جائے۔
- اشتہارات اور ڈراموں پر قانوناً پابندی لگائی جائے جو فضول خرچی، دکھاوا یا طبقاتی تفاخر کو فروغ دیتے ہیں۔
- نوجوانوں کو عملی طور پر سادہ طرزِ زندگی، ذمہ دار خرچ اور روحانی سکون کی طرف رہنمائی دی جائے۔
- ایسا میڈیا تیار کیا جائے جو اسلامی معیارات کے مطابق ماڈل لائف، معتدل طرزِ حیات اور دین دار کامیاب شخصیات کو سامنے لائے۔

ابلاغی ذرائع کی مادیت پرستی کا رجحان دراصل فکری، روحانی اور معاشرتی تباہی کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اگر اس کا بروقت تدارک نہ کیا گیا تو قوم کا اخلاق، دین، معاش اور ذہنی سکون سب کچھ مصنوعی نمائش کی نذر ہو جائے گا۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم ابلاغ کو ایمان، اخلاق، علم اور اخلاص کا ذریعہ بنائیں نہ کہ حرص، حسد اور دنیا پرستی کا۔

مذہبی شعائر کا تمسخر اور سماجی چیلنج

ابلاغِ عامہ کے ذرائع آج اس نازک مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں اسلامی شعائر، مذہبی علامات، عبادات، سنتوں اور دین دار طبقے کا کھلے عام تمسخر کیا جا رہا ہے۔ داڑھی، پردہ، اذان، نماز، علماء، اسلامی اصطلاحات اور شرعی احکامات کو طنز، مزاح یا دقیانوسی انداز میں پیش کرنا معمول بن چکا ہے۔ اس طرزِ ابلاغ نے نہ صرف عوام الناس کے ذہنوں میں دین کی وقعت کو مجروح کیا بلکہ نئی نسل کے دلوں میں مذہبی علامتوں سے بیزاری، شرمندگی یا غیر سنجیدگی پیدا کر دی ہے۔

یہ تمسخر محض مزاح کا ایک انداز نہیں بلکہ ایمان، غیرتِ دینی اور دینی شعور کے خلاف ایک منظم ذہنی یلغار ہے۔ قرآن مجید نے مختلف مقامات پر مذہبی شعائر کا مذاق اُڑانے کو انتہائی سنگین جرم قرار دیا ہے:۔

"وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ"[24]

"جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات کا مذاق اُڑا رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ"

اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ جہاں دین، قرآن یا اللہ کی آیات کا تمسخر کیا جا رہا ہو وہاں خاموشی یا غیرت کا تقاضا یہ نہیں کہ بس سن لیا جائے بلکہ مؤمن کا فرض ہے کہ وہ ایسی صحبت سے فوراً کنارہ کشی اختیار کرے۔ یہ آیت ایمان کے وقار اور دینی غیرت کی علامت ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ0 لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم"[25]

"کہو! کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کرتے تھے؟ عذر مت پیش کرو، تم ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو۔"

اس آیت میں بھی سخت تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ، اُس کی آیات اور رسول ﷺ سے مذاق کرنا محض ہنسی مذاق نہیں بلکہ کفر کے مترادف ہے۔ ایمان کے بعد ایسا مذاق انسان کو ایمان سے باہر کر دیتا ہے چاہے وہ عذر پیش کرے۔ یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ دین کے معاملے میں ادب، سنجیدگی اور احتیاط لازم ہے اور دینی شعائر کو ہلکا لینا سنگین روحانی خطرہ ہے۔ آقا دو جہاں نبی کریم ﷺ نے بھی ایسا کرنے والوں سے اعلان جنگ کیا ہے:۔

"من عادى لي وليًا فقد آذنته بالحرب"[26]

"جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔"

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قریبی، نیک اور مخلص بندوں (اولیاء) کے مقام کو ظاہر فرمایا ہے۔ ولی وہ ہوتا ہے جو ایمان، تقویٰ اور اللہ سے محبت میں ثابت قدم ہو۔ جو شخص ایسے نیک لوگوں سے عداوت یا ظلم کرتا ہے وہ گویا اللہ کے خلاف کھڑا ہوتا ہے۔ یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ علماء، عبادات، شعائر اور دینی علامات سے مذاق دراصل اللہ اور اس کے دین سے دشمنی ہے۔ اس حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر اسرار احمد رقم طراز ہیں:۔

"ابلاغی ادارے جب اسلامی شعائر کو کم تر، دقیانوسی یا ہدفِ تمسخر بناتے ہیں تو وہ دراصل دین کی بنیادوں کو مسمار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نئی نسل کے ذہن میں دین کی عظمت ختم کرنا دراصل ایک خاموش ارتداد ہے۔"[27]

اس عمل کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ نئی نسل کے دل و دماغ سے دین کا احترام ختم ہو جاتا ہے۔ شعوری یا غیر شعوری طور پر وہ دین سے دور ہو جاتی ہے۔ اسے "خاموش ارتداد" کہا گیا ہے یعنی ایسا انحراف جو بغیر اعلان کے ایمان کو اندر ہی اندر مٹا دیتا ہے۔ یہ میڈیا کی سب سے مہلک چال ہے جس کا مقابلہ علم، فہم اور فکری بیداری سے ہی ممکن ہے۔

اس سماجی چیلنج سے نمٹنے کے لیے درج ذیل آراء پر عمل کرنا ضروری ہے:۔

- PEMRA، PTA اور وزارتِ اطلاعات مذہب و شعائر کے تحفظ کے لیے سخت قوانین بنائیں اور ان پر مؤثر عملدرآمد یقینی بنائیں۔
- منبر و محراب سے اس فتنے کے خلاف شعوری بیانیہ پیش کیا جائے، تاکہ عوام بیدار ہوں اور ایسے مواد سے لاتعلقی اختیار کریں۔
- ایسے ڈرامے، فلمیں اور پروگرامز بنائے جائیں جو مذہبی شعائر کو عزت، فخر اور فطرت کے مطابق پیش کریں۔
- مذہب کی توہین کرنے والے میڈیا مواد، افراد یا اداروں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے، جیسا کہ آئینِ پاکستان (295 تا 298) میں موجود ہے۔
- عوام ایسے میڈیا پلیٹ فارمز، برانڈز یا فنکاروں کا بائیکاٹ کریں جو مذہب یا اس کے شعائر کی توہین کریں۔
- تعلیمی نصاب میں اسلامی شعائر کی اہمیت اور تقدس پر مضامین شامل کیے جائیں تاکہ نئی نسل شعور کے ساتھ ان سے وابستہ ہو۔

یہ چیلنج محض نظریاتی نہیں بلکہ ایمان، غیرت اور دینی شناخت کا تحفظ ہے۔ اگر اس پر بروقت قابو نہ پایا گیا تو آنے والی نسلیں دین کو صرف "مزاح یا علامتی رسم" سمجھنے لگیں گی۔ ہمیں بطور مسلمان اس فتنۂ تمسخر کا علم، قانون، ادب اور شعور کے ساتھ مؤثر رد دینا ہو گا یہی دین کی حرمت کا تقاضا ہے۔

سماجی تحدیات میں انتظامی اداروں کا کردار

ابلاغِ عامہ کے ذرائع بے ہنگم آزادی، فکری انتشار، مذہبی انحراف، اخلاقی انارکی اور سماجی کشمکش کے مؤثر اسباب کا باعث ہیں۔ ابلاغی ذرائع کے ذریعے الحاد، بے حیائی، فرقہ واریت، افواہیں، فیک نیوز، مذہبی شعائر کی توہین، شخصیت پرستی، سیاسی شدت پسندی اور طبقاتی محرومی جیسے چیلنجز پیدا ہوئے جو نہ صرف معاشرتی ہم آہنگی بلکہ ریاستی وحدت کے لیے بھی خطرہ بن چکے ہیں۔

ان حالات میں ریاستی و انتظامی اداروں جیسے پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA)، پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی (PTA)، فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی (FIA)، نیشنل میڈیا سروسز اور وزارتِ اطلاعات کی ذمہ داری تھی کہ وہ ابلاغی ذرائع پر اخلاقی، قانونی اور نظریاتی حدود کے نفاذ کے ساتھ ساتھ عوامی شعور بیدار کرنے کے اقدامات کرتے۔ مگر بدقسمتی سے ان اداروں کی کارکردگی سیاسی مداخلت، قانونی کمزوری، مالی دباؤ اور نظریاتی غیر سنجیدگی کا شکار رہی۔ کبھی فحش مواد کو روکنے میں ناکامی، کبھی مذہبی یا ریاستی شناخت کے خلاف مواد کی اشاعت اور کبھی انتہا پسندانہ مواد کی ترویج، یہ سب ان اداروں کی غیر متوازن پالیسی سازی اور دوہرے معیار کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات ہمیں واضح رہنمائی دیتی ہیں کہ فتنہ و فساد اور جھوٹی باتوں کے پھیلاؤ کو روکنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:۔

"إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ"[28]

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"

اس آیت کا پیغام یہ ہے کہ فحاشی پھیلانا صرف اخلاقی جرم نہیں بلکہ دینی جرم بھی ہے اور اس کا انجام نہایت سنگین ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ آیت ہمیں دعوت دیتی ہے کہ اسلامی معاشرے کی پاکیزگی، حیاء اور اخلاقی اقدار کی حفاظت کی جائے اور فحاشی کے پھیلاؤ کے خلاف بیداری اور مزاحمت کی جائے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

"وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً"[29]

"اور اس فتنے سے بچو جو صرف ظالموں تک محدود نہیں رہے گا۔"

اس آیت میں خبردار کیا گیا ہے کہ اگر معاشرے میں فساد، ظلم یا گناہ کو روکا نہ جائے تو اس کا نقصان صرف برے لوگوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ نیک لوگ بھی متاثر ہو سکتے ہیں۔ اجتماعی گناہوں، ناانصافی یا بے حیائی جیسے فتنوں کے اثرات پوری قوم پر پڑتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر نذیر احمد غازی رقم طراز ہیں:

"پاکستان میں میڈیا کے بڑھتے ہوئے منفی رجحانات کو روکنے کے لیے ادارے ضرور موجود ہیں لیکن ان کی پالیسی سازی اور عملدرآمد میں وہ دینی وابستگی، فکری سچائی اور قانونی طاقت نہیں جو ایک اسلامی ریاست کو درکار ہے۔"[30]

میڈیا کو صرف تکنیکی یا انتظامی اصولوں سے نہیں بلکہ اسلامی اقدار، سچائی اور اخلاقی ذمہ داری کے ساتھ قابو پانا چاہیے۔ جب ادارے خود کمزور، غیر سنجیدہ یا دین

سے لاتعلق ہوں تو وہ معاشرتی بگاڑ کو روکنے میں ناکام رہتے ہیں۔

اس بحث سے درج ذیل تنقیدی نکات اوران کے حل کی تجاویز مندرجہ ذیل واضح ہوتی ہیں:۔

- قانون سازی کے باوجود عملدرآمد کی شدید کمی ہے، قوانین موجود ہیں مگر مؤثر نفاذ اور عدالتی حمایت کمزور ہے۔
- PEMRAاورPTA جیسے ادارے میڈیا مالکان یا سیاسی دباؤ کے آگے بے بس نظر آتے ہیں۔
- ابلاغی اداروں کی دینی و اخلاقی تربیت کا کوئی نظام موجود نہیں؛ اکثریت صرف اشتہار، ریٹنگ اور معاشی فائدے کو مدنظر رکھتی ہے۔
- سوشل میڈیا پر مکمل آزادی کے باعث فتنہ، فساد، گستاخی اور بے راہ روی بے لگام انداز میں پھیل رہی ہے۔
- علمائے کرام، دینی طبقات اور فکری اداروں کو ابلاغی پالیسی سازی میں شامل نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے پالیسی میں نظریاتی گہرائی مفقود ہے۔
- ریاستی سطح پر ابلاغی پالیسی کی نظریاتی اصلاح کی جائے جس میں اسلامی شعائر، معاشرتی اقدار اور قومی مفادات کو تحفظ حاصل ہو۔
- PEMRA،PTAاورFIA جیسے اداروں کو خود مختار اور آئینی تحفظ فراہم کیا جائے۔
- علماء، مفکرین اور ماہرینِ ابلاغ کو پالیسی بورڈز میں شامل کیا جائے تاکہ فکری ہم آہنگی قائم ہو۔
- میڈیا پر شعوری اور بامقصد مواد کو فروغ دیا جائے جو اصلاحِ معاشرہ، دینی تعلیم اور قومی وحدت کا ذریعہ بنے۔
- ابلاغی مواد کے جائزے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی رہنمائی کو لازمی قرار دیا جائے۔

یہ چیلنج صرف میڈیا کا مسئلہ نہیں بلکہ ریاستی بقا، نظریاتی تحفظ اور اجتماعی ذہن سازی کا سوال ہے۔ جب تک ریاست اپنے انتظامی اداروں کو نظریاتی وفاداری، شفاف عملداری اور قانونی خود مختاری سے لیس نہیں کرتی تب تک یہ ابلاغی فتنہ معاشرے کے شعور، نسلوں کے ایمان اور امت کی وحدت کو گھن کی طرح کھاتا رہے گا۔

ماحاصل

ابلاغِ عامہ کے جدید ذرائع نے جہاں انسان کو علم، رسائی اور عالمی ربط عطا کیا وہیں ان ذرائع نے پاکستان جیسے نظریاتی معاشرے کو شدید نوعیت کے سماجی، اخلاقی، دینی اور نفسیاتی بحرانوں سے بھی دوچار کر دیا ہے۔ غیر مصدقہ معلومات کی تیز تر اشاعت نے افواہ سازی، بدگمانی اور فتنہ پروری کو جنم دیا؛ جبکہ ذہنی دباؤ، نیند کی کمی، بے چینی اور فکری الجھن جیسے نفسیاتی امراض عام ہو چکے ہیں۔ سوشل میڈیا کے بے قابو استعمال نے نوجوانوں کو فکری انتشار، وقت کے ضیاع، اخلاقی انحطاط اور جسمانی کمزوریوں کی دلدل میں دھکیل دیا ہے۔ میڈیا پر بڑھتی ہوئی فحاشی، بے حیائی، مذہبی شعائر کی توہین، الحاد، لبرل بیانیے اور مادیت پرستی کی ترغیب نے معاشرے کے عقائد، اقدار اور دینی وابستگی کو متزلزل کر دیا ہے۔

سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ایسے ذرائع پر ریاستی انتظامی اداروں (جیسے PEMRA،PTA،FIA، وزارتِ اطلاعات) کی قانونی موجودگی کے باوجود عملی گرفت کمزور اور بعض اوقات سیاسی یا معاشی مفادات سے مشروط نظر آتی ہے۔ قانون موجود ہے، ضوابط لکھے گئے ہیں مگر عملداری نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہ چیلنج صرف میڈیا کا مسئلہ نہیں بلکہ دین، ثقافت، ایمان، صحت، رشتے اور قومی وحدت کا مسئلہ بن چکا ہے۔ اس کا مؤثر حل تبھی ممکن ہے جب پاکستان کے انتظامی ادارے صرف نگران نہ رہیں بلکہ نظریاتی محافظ، عملی نگہبان اور دینی و قومی شعور کے ترجمان بن کر سامنے آئیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ میڈیا پالیسی سازی میں علماء، مفکرین، ماہرینِ تعلیم اور سائیکالوجسٹ کو شامل کیا جائے اور ذرائع ابلاغ کو قانون، اخلاق اور دین کے دائرے میں لایا جائے۔

مصادرومراجع

[1]۔الحجرات:6

[2]۔امام مسلم، صحیح المسلم،حدیث نمبر:5

[3]۔خورشید احمد، پروفیسر، اسلام، میڈیااور تجارتی چیلنجز، ادارہ معارف اسلامی،لاہور، 2015ء، ص76

[4]۔الرعد:28

[5]۔امام ترمذی، محمد ابن عیسیٰ الترمذی، جامع الترمذی، حدیث نمبر:2318

[6]۔فرحت فاطمہ،ڈاکٹر،نوجوان اور میڈیا کلچر، سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور، 2021ء، ص118

[7]۔العصر:1-2

[8]۔امام بخاری، صحیح البخاری، حدیث نمبر:6412

[9]۔النور:19

[10]۔امام مسلم، صحیح مسلم، حدیث نمبر:35

[11]۔ فیضی، محمد ضیاء اللہ،ڈاکٹر، اسلامی معاشرہ اور ذرائع ابلاغ کا چیلنج، ادارہ معارف اسلامی،لاہور،2019ء، ص146

[12]۔الحجرات:13

[13]۔امام بخاری، صحیح البخاری، حدیث نمبر:5984

[14]۔امجد سراج، ابلاغِ عامہ اور اسلامی معاشرتی اقدار، دارالاشاعت، کراچی،2020ء، ص92

[15]۔الرعد:28

[16]۔امام بخاری، صحیح البخاری، حدیث نمبر:1969

[17]۔فریحہ نسرین،ڈاکٹر، ابلاغی ذرائع، نفسیاتی اثرات اور اسلامی نقطہ نظر، داراشاعت، کراچی،2022ء، ص109

[18]۔الشعراء:223

[19]۔ امام ابوداؤد، سلیمان ابن الاشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر:4604

[20]۔محمد رضوان الٰہی،ڈاکٹر، فکری الحاد: اسباب، اثرات اور اسلامی حل، مکتبہ معارف اسلامیہ، لاہور،2020ء، ص165

[21]۔التکاثر:1-2

[22]۔امام ترمذی، محمد ابن عیسیٰ الترمذی، جامع الترمذی، حدیث نمبر:2322

[23]۔عبدالحفیظ سلیم، پروفیسر، میڈیا، مادیت اور اسلامی شعور، ادارہ معارف اسلامی،لاہور، 2021ء، ص143

[24]۔الانعام:68

[25]۔التوبہ:65-66

[26]۔امام بخاری، صحیح البخاری، حدیث نمبر:6502

[27]۔اسرار احمد،ڈاکٹر، اسلام اور جدید ذرائع ابلاغ، تنظیم اسلامی پبلی کیشنز،لاہور،2010ء، ص94

[28]۔النور:19

[29]۔الانفال:25

[30]۔نذیر احمد غازی،ڈاکٹر، ابلاغی یلغار اور اسلامی ریاست کا مؤقف، ادارہ افکار اسلامی،لاہور،2019ء، ص161